شرح اسماءُ الحسنیٰ مع اسمِ اعظم

تصنیف شرح اسماءُ الحُسنیٰ:

حجۃُ الاسلام امام محمد الغزالی رحمۃُ اللہ علیہ

تصنیف اسمِ اعظم:

حضرت علامہ ابوبکر جلال الدین السیوطی رحمۃُ اللہ علیہ

مترجم: حافظ علامہ عبد الاحد قادری

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون 042-7248657 فیکس 042-7112954
Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email:zaviapublishers@yahoo.com

زاویہ پبلشرز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2007

باراوّل ———— 1000

ہدیہ ———— 150 روپے

زیرِ اہتمام ———— نجابت علی تارڑ

لیگل ایڈوائزرز

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

مکتبہ اہل سنت امین پور بازار، فیصل آباد	0321-6639552
کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5552929
مکتبہ قادریہ نزد چوک میلاد مصطفیٰ سرکلر روڈ گوجرانوالہ	055-4237699
احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ یاخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبۃ المدینہ، فیصل آباد/ راولپنڈی/ ملتان/ حیدر آباد/ کراچی	021-2203311
اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک، راولپنڈی	0333-5205014
حنفیہ پاک پبلی کیشنز نزد بسم اللہ مسجد کھارادار کراچی	
مکتبۃ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ قادریہ سبزی منڈی کراچی	021-4944672
مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی	021-4219324
عطار اسلامی کتب خانہ بازار کلاں نزد دو دروازہ سیالکوٹ	0345-6747131
مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور	042-7226193

فہرست

فصل نمبرا

تیسرا فن لواحق اور تتمہ جات میں

اس امر کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانویں نہیں ہیں:

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے پاک صرف ننانویں کی تعداد میں محصور نہیں ہیں بلکہ ان کے سوا بھی اسماء آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ان میں سے بعض اسماء کی بجائے ایسے اسماء مروی ہیں جو ان کے قریب قریب ہیں اور ایسے اسماء بھی ہیں جو ان سے قریب المعنیٰ نہیں۔

پہلے اسماء کی مثال الاحد بجائے الواحد کے۔ اور القاهر بجائے القهار کے۔ اور الشاکر بجائے الشكور کے۔

دوسرے اسماء جو قریب المعنیٰ نہیں ہیں۔ ان کی مثال الهادی اور الكافی اور الدائم اور البصير اور المنور اور المبين اور الجميل اور الصادق اور المحيط القريب اور القديم اور الوتر اور الفاطر اور العلام اور المليك اور الاكرم اور المدبر اور الرفيع اور ذو الطول اور ذو المعارج اور ذو الفضل اور الخلاق۔

قرآن مجید میں ایسے اسماء ہیں۔ جو روایات میں متفق علیہ نہیں ہیں جیسے المولی اور النصير اور الغالب اور القريب اور الرب اور الناصر اور با اضافت اسماء بھی آئے ہیں۔ جیسے شديد العقاب اور قابل التوب اور غافر الذنب اور مولج الليل فی النهار و مولج النهار فی الليل اور مخرج الحی من الميت و مخرج الميت من الحی۔

حدیث شریف میں ایک اسم السید بھی آیا ہے۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے

حضور نبی کریم ﷺ سے کہا یا سید، تو آپ نے فرمایا: سید، اللہ تعالیٰ ہے غالباً آپ کا مقصود یہ ہوگا کہ روبرو مدح کرنے سے منع فرمائیں۔ ورنہ خود حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

انا سید ولد ادم ولا فخر۔

ترجمہ: ''میں بنی آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر کی بات نہیں۔''

احادیث میں اسم الدیان بھی وارد ہوا ہے۔ اسی طرح الحنان اور المنان بھی آئے ہیں۔ اور بھی ایسے اسماء ہیں جو احادیث کی تلاش سے مل سکتے ہیں۔

اگر افعال سے اسماء کا اشتقاق جائز قرار دیا جائے۔ تو ایسے افعال بہت سے ہیں جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں۔ جیسے یکشف السوء وہ مصیبت دور کرتا ہے ویقذف بالحق اور وہ حق کو ظاہر کرتا ہے ویفصل بینھم اور ان کے مابین فیصلہ کرتا ہے وقضینا الی بنی اسرائیل اور ہم نے بنی اسرائیل کے بارہ میں فیصلہ کر دیا۔ پس ان افعال سے جو اسماء مشتق ہو سکتے ہیں وہ الکاشف اور القاذف بالحق اور الفاصل اور القاضی ہیں۔ ایسے اسماء کا حصر و شمار نہیں۔ یہاں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے، جس کا بیان آگے آئے گا۔

الغرض یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اسمائے اللہ تعالیٰ یہی ننانویں نہیں ہیں جن کی ہم نے شرح لکھی ہے بلکہ ہم نے شرح اسمائے اللہ تعالیٰ کے متعلق عام عادت کو ملحوظ رکھ کر ان پر اقتصار کیا ہے۔ کیونکہ ایک مشہور روایت ہیں اسی قدر تعداد مروی ہے یہ شمار شدہ اسماء اور تفصیلات جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں صحیحین میں نہیں ہیں۔

صحیح حدیثوں میں حضور نبی کریم ﷺ کا صرف یہ قول آیا ہے کہ ''اللہ کے ننانویں نام ہیں جو شخص ان سب کو پڑھے گا وہ جنت میں جائے گا۔ رہا ان اسماء کا بیان اور تفصیل سو یہ ان میں مذکور نہیں۔

فقہاء اور علماء کا جن اسماء پر اتفاق واقع ہوا ہے۔ ان میں المو ید اور المتکلم

اور الموجود اور الشیٔ اور الذات اور الازلی اور الابدی بھی شامل ہیں۔ ان پر خدا کا اطلاق کرنا جائز ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''یوں نہ کہو کہ رمضان آیا کیونکہ رمضان اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ ہاں یوں کہو کہ ماہ رمضان آیا۔''

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی رنج یا غم میں مبتلا ہو اور وہ پڑھے:

اللهم انى عبدك وابن عبدك وابن امتك ناصيتى بيدك ماض فى حكمك عدل فى قضاؤك اسئلك بكل اسم سميت به نفسك او انزلته فى كتابك او علمته احدا من خلقك او استأثرت به فى علم الغيب عندك ان تجعل القران ربيع قلبى و نور صدرى وجلاء حزنى و ذهاب همى۔

ترجمہ: ''الٰہی میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پر جاری ہے۔ تیری قضا مجھ پر عادلانہ ہے۔ میں تجھ سے اس ہر اسم کے ساتھ جس کو تو نے اپنا نام مقرر کیا ہے یا تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اپنی کسی مخلوق کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب میں جو تیرے نزدیک ہے، اس کو پسند کیا ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن مجید کو میرے دل کی بہار، میرے سینہ کا نور میرے غم کی جلا میری فکر کا دور کرنے والا کر دے۔''

تو اللہ اس کا غم و رنج دور کر دے گا اور بجائے ان کے خوشی اور فراغ بالی عطا کرے گا۔

استأثرت به فى علم الغيب عندك کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اسمائے باری صرف وہی نہیں جو مشہور روایات میں آئے ہیں۔

اب تمہارے دل میں سوال پیدا ہو گا کہ پھر ننانویں کی تعداد میں اسمائے باری تعالیٰ کو محصور کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اور اس نکتہ کا بیان کرنا ضروری بھی ہے۔ چنانچہ آئندہ فصل میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فصل نمبر ۳

اسمائے باری تعالیٰ میں سے ننانویں کی تخصیص کا فائدہ

اس فصل میں چند غور و فکر کی باتیں درج ہیں جن کو ہم سوال و جواب کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

سوال:

کیا اسمائے باری تعالے ننانویں سے زائد ہیں یا نہیں اگر زائد ہیں تو ننانویں کی تخصیص کا کیا مطلب ہے۔ مثلاً جو شخص ایک ہزار درہم کا مالک ہے تو اس کے حق میں یہ کہنا کب جائز ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس صرف ننانویں درہم ہیں گو ہزار میں ننانویں بھی آجاتے ہیں۔ لیکن ایک خاص تعداد کے ذکر سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے ماسوا کی نفی کی گئی ہے۔ اگر اسماء ننانویں سے زائد نہیں ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ "اسئلك بكل اسم سميت به نفسك اوانزلته في كتابك اوعلمته احد امن خلقك اواستأثرت به في علم الغيب عندك" اس سے تو صریحاً یہ پایا جاتا ہے کہ بعض اسماء خاص اسی کے علم میں ہیں۔ اور اسی طرح بزرگان سلف کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص کو اسم اعظم معلوم ہے اور یہ امر انبیاء اور اولیاء کی طرف منسوب کیا جاتا تھا جس سے پایا جاتا ہے کہ یہ اسم ننانویں اسماء سے خارج ہے؟

جواب:

قرین قیاس تو یہ بات ہے کہ مذکورہ احادیث و اخبار کی رو سے، اسماء باری تعالیٰ ننانویں سے زائد ہیں۔ اور جس حدیث میں ان اسماء کا حصر مذکور ہے وہ ایک قضیہ پر نہیں بلکہ دو قضیوں پر شامل ہے۔ اس کی مثال یہ کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک ہزار نوکر

ہیں اب کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور اعلیٰ کے ننانویں نوکر ہیں۔ جو شخص ان سے مدد حاصل کرلے دشمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو یہاں یہ تخصیص ان نوکروں کی مدد حاصل کرنے کے لحاظ سے ہے۔ یا تو اس وجہ سے کہ وہ ننانویں نوکر زیادہ طاقت ور ہیں اور یا اس لیے کہ ننانویں کی تعداد دفع اعدا کے لیے کافی ہے جس میں کسی مزید اضافہ کی ضرورت نہیں۔ یہ تخصیص اس لحاظ سے نہیں کہ صرف وہی نوکر موجود ہیں۔

یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اسماء اس تعداد سے زائد نہ ہوں اور حدیث کے الفاظ دو قضیوں پر مشتمل ہوں:

ایک قضیہ، یہ کہ ''اللہ تعالیٰ کے ننانویں نام ہیں۔''

دوسرا قضیہ، یہ کہ ''جو کوئی ان سب کو یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا'' حتیٰ کہ اگر صرف ایک پہلے قضیہ پر بس کریں تو وہ مکمل کلام ہوگا۔ بخلاف اس کے پہلی صورت میں صرف ایک پہلے قضیہ پر بس نہیں ہوسکتی تھی۔

یہ دوسرا احتمال اس حصر کے ظاہری مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے جلد سمجھ میں آجانے والا ہے لیکن دو وجہ سے بعید از قیاس ہے:

■ ایک یہ تو یہ کہ اس سے اس امر کی نفی ہوتی ہے کہ بعض اسماء ایسے بھی ہوسکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب میں اپنے لیے اختیار کیا ہے حالانکہ حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

دوم یہ کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سب کے سب اسماء کو یاد کرنے کی فضیلت صرف نبی یا کسی ولی کو حاصل ہوتی ہے جس کو اسم اعظم آتا ہو، تاکہ اسماء کی تعداد پوری ہوسکے ورنہ اس کے بغیر تعداد ناقص رہے گی اور وصول جنت کے لیے سب کے سب اسماء یعنی ان کی مکمل تعداد شرط ہے۔ پس حصر باطل ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عام لوگوں کو سارے اسماء پڑھنے کی ترغیب دینے کے لیے یہ حصر بیان کیا ہے اور اسم اعظم کو عام لوگ نہیں جانتے۔

سوال:

جب زیادہ قرین قیاس یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ننانویں سے زائد ہیں تو اگر ہم فرض کرلیں کہ یہ اسماء مثلاً ہزار ہوں گے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے ننانویں اسماء کے یاد کرنے سے آدمی جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو یہ ننانویں خاص خاص اسماء ہیں۔ یا جونسے ننانویں اسماء گن لیں وہی کافی ہو سکتے ہیں حتی کہ ان کو پڑھنے والا بھی جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور حتی کہ اگر کوئی شخص ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت والے تمام اسماء کو پڑھے تو داخل جنت ہو جاتا ہے اور اگر ان اسماء کو پڑھے جو دوسری روایت میں آتے ہیں تو بھی جنت کا مستحق ہو جاتا ہے جب کہ ہم دونوں روایتوں کے اسماء کو اسمائے اللہ تعالیٰ سمجھیں۔

جواب:

بظاہر یہی بات درست ہے کہ اس سے مراد ۹۹ معین اسماء ہیں۔ کیونکہ جب وہ معین نہ ہوں گے، تو حصر و تخصیص کا فائدہ ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اگر کوئی کہے کہ ''بادشاہ کے ایک سو نوکر ایسے ہیں کہ جو شخص ان کی مدد حاصل کرتا ہے، دشمن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔'' تو یہ کہنا جبھی درست ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کے بہت سے نوکر ہوں۔ اور ان میں سے خاص نوکر جن کی تعداد ایک سو ہو قوت و شوکت میں ممتاز ہوں۔ اور اگر تمام شاہی نوکروں میں سے خواہ کوئی نوکر ایک سو لے لیں ان سے یہ بات حاصل ہو سکتی تو کہنے والے کا مذکورہ قول اپنے طریق ادا کے لحاظ سے پورا نہیں اترے گا۔

سوال:

صرف ۹۹ اسماء کی اس قضیہ سے کیا خصوصیت ہے باقی اسماء بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں؟

جواب:

چونکہ اسماء معنوی جلالت کے لحاظ سے باہم متفادت ہیں اس لیے ممکن ہے کہ

فضیلت میں بھی ایک دوسرے سے متفاوت ہوں۔ اور ہوسکتا ہے کہ ۹۹ اسماء اس قسم کے پر جلال معنوں پر مشتمل ہوں جن پر دوسرے اسماء نہ ہوں اس لیے وہ سب سے برتر ہوں۔

سوال:

کیا اسم اعظم ان میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل نہیں تو پھر اسم کیونکر اسم اعظم کہلا سکتا ہے۔ جو اس اسمائے عظٰمے سے خارج ہے اور اگر داخل ہے تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ اسم اعظم صرف نبیوں اور ولیوں کو معلوم ہوتا ہے۔ اور ۹۹ عام مشہور ہیں۔ سنتے ہیں کہ آصف بن برخیا جو بلقیس کے تخت کو لمحہ بھر میں لائے تھے تو وہ اسم اعظم جانتے تھے اور جو شخص اس کو جانتا ہے وہ بڑی بڑی کرامات رکھتا ہے؟

جواب:

یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اسم اعظم اس تعداد سے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، خارج ہو۔ اور ان اسماء کی عظمت تمام مشہور و معروف اسماء کے مقابلہ میں ہو، نہ کہ ان اسماء کے مقابلہ میں جو انبیاء و اولیا کو معلوم ہیں۔ اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اسم اعظم انہیں اسماء میں شامل ہو لیکن عام لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کونسا اسم ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔

ترجمہ: ''اور (لوگو!) تمہارا معبود (تو وہی) خدا ہے واحد ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔''

دوسری آیت یہ سورۂ آل عمران کی شروع کی آیت ہے:

الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

ترجمہ: ''الم۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ سنبھالنے والا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یوں دعا مانگتے سنا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ بِاَنِّی اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس طرح کہ میں بالضرور اس امر کی گواہی دیتا ہوں تو اکیلا بے پرواہ ہے جو نہ جنتا ہے نہ جنا گیا ہے نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔''

تو فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے۔ یہ وہ اسم ہے جس کے واسطہ سے سوال کیا جائے تو وہ پورا کر دیتا ہے اور دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

سوال:

تمام اعداد میں سے صرف ۹۹ کی تخصیص کیوں ہے اور پھر اس کو بھی پورا سو کیوں نہیں کر دیا گیا جس میں صرف ایک کی کسر ہے؟

جواب:

اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ معانی شریفہ اس حد تک پہنچ گئے۔ نہ اس لیے کہ ان کی تعداد بس ہو گئی۔ بلکہ وہ اس عدد کے موافق آ پڑے جیسا کہ صفات اللہ تعالیٰ اہل سنت کے نزدیک سات ہیں یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام نہ اس لیے کہ وہ سات ہیں بلکہ شان ربوبیت ان کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔

دوسرا احتمال جو ذرا زیادہ واضح ہے یہ ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''مائة الا واحد واللہ وتر یحب الوتر'' ترجمہ: ''ایک کم سو، اور اللہ طاق ہے طاق ہی کو دوست رکھتا ہے۔''

مگر اس احتمال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسماء ارادہ اور اختیار سے رکھے گئے ہیں نہ اس حیثیت سے کہ صفات شرف صرف انہی میں منحصر میں...... ہو گا نہ کہ بالا ارادہ۔ اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس لیے سات ہیں کہ وہ طاق ہے اور طاق ہی کو دوست رکھتا ہے بلکہ یہ اس کی ذات والہیت کے تقاضے سے ہے نہ کہ طاق ہونے کی وجہ سے اور اس میں عدد غیر مقصود ہے بلکہ وہ کسی مقصد کرنے والے کے قصد پر موقوف نہیں جو جفت کو چھوڑ کر طاق کا قصد کرے یہ بات اس احتمال کی تائید کر سکتی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے وہ صرف ۹۹ ہیں زیادہ نہیں اور اس نے ان کو سوا اس لیے نہیں بنایا کہ وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے آیندہ ہم اس احتمال کی تائید کرنے والے امر کی طرف اشارہ کریں گے۔

سوال:

یہ ۹۹ اسماء سب کے سب حضور نبی کریم ﷺ نے جمع کرانے کی غرض سے بیان کر دیئے ہیں یا یہ کام اس شخص کے لیے چھوڑ دیا ہے جو قرآن و حدیث اور آثار سے ان کو جمع کر سکتا ہو؟

جواب:

ظاہر بات جو مشہور تر بھی ہے یہ ہے کہ ان تمام اسماء کو حضور نبی کریم ﷺ نے جمع کرنے کی غرض سے بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کیونکہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے ان تمام کو پڑھنے کی ترغیب ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر ان تمام کو رسول اللہ ﷺ بطور جمع بیان کر نہ کر دیتے تو لوگوں کو ان کا معلوم کرنا مشکل تھا۔

مذکورہ دلیل سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے اور جمہور نے ان کی اس مشہور روایت کو تسلیم کیا ہے جس کے مطابق ہم نے اسماء کی یہ شرح لکھی ہے۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے اس روایت کے متعلق خوب بحث کی ہے اور کہا

ہے کہ اس روایت میں ضعف ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں اس کے متعلق ایسی رائے ظاہر کی ہے جس سے اس روایت کے ضعف کا اشارہ پایا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں محدثین نے اس کے متعلق تین خاص امور کا ذکر کیا ہے:

(۱) اول تو یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مضطرب ہے کیونکہ ان سے دو روایتیں مروی ہیں اور دونوں کے مابین ابدال وتعبیر میں بڑا فرق ہے۔

(۲) دوم اس روایت میں حنان اور منان اور رمضان وغیرہ ان اسماء الٰہیہ کا ذکر نہیں جو احادیث سے ثابت ہیں۔

(۳) سوم صحیح حدیث میں صرف تعداد کا ذکر ہے۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صرف اتنا ہے کہ "اللہ کے ننانویں نام ہیں جو شخص ان سب کو یاد کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔

وہاں اسماء کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کا ذکر ایک دوسری غریب روایت میں ہے جس کے اسناد میں ضعف ہے۔ اور اس عدد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ اسماء نہیں ہیں۔ مگر ہم یہ احتمال دکھا چکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بعض اسماء چھوٹ گئے ہیں۔

جس روایت میں اسماء کا شمار درج ہے اگر ہم اس کو ضعیف قرار دیں تو تمام اعتراضات رفع ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم کہیں گے کہ اسمائے اللہ تعالیٰ صرف ننانویں ہیں جن کو خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے لیے مقرر فرمایا ہے۔ ان کو پورے سو اس لیے نہیں بنایا کہ وہ طاق ہے اور طاق ہی کو پسند کرتا ہے۔

ان اسماء میں حنان اور منان وغیرہما بھی داخل ہیں یہ تمام اسماء قرآن وحدیث میں غور وخوض کیے بدوں معلوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں سے کچھ اسماء تو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور کچھ حدیث میں۔

میں نے بلاد مغرب کے ایک حافظ کے سوا اور کوئی عالم نہیں دیکھا جس نے ان اسماء کو جمع کرنے کی کوشش کی ہو۔ اس شخص کا نام ابن حزم ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اسی اسماء اللہ تعالیٰ معلوم ہوتے ہیں جو قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں۔ باقی اسماء بھی حدیثوں میں اجتہادی غور و فکر کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

میرے خیال میں ان کو وہ حدیث نہیں پہنچی جس میں اسماء اللہ تعالیٰ کا شمار درج ہے اور اگر پہنچی ہے تو اس کی اسناد کو ضعیف سمجھا ہو گا یا اس کو چھوڑ کر ان روایات کی طرف رجوع کیا ہو گا جو صحیح احادیث میں آئے ہیں۔ پس جو شخص اس طریق سے ان اسماء کو جمع کر کے یاد کرے اس کو اس اجتہاد میں یقیناً سخت تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ ایسا شخص فی الواقع جنت میں جانے کے لائق ہے بخلاف اس کے ان اسماء کو یکبارگی زبانی یاد کر لینا سہل ہے جو مشہور روایت میں آئے ہیں۔ ہاں صحیح احادیث کے بعض الفاظ میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ ''من حفظها دخل الجنة'' جو شخص ان کو حفظ کرے وہ جنت میں جائے گا اور حفظ کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں پڑتی۔

یہ وہ احتمالات ہیں جو اس حدیث کے متعلق سوجھے ہیں جن میں سے بعض باتیں ایسی ہیں جو پہلے کسی کو نہیں سوجھیں۔ اور وہ اجتہادی امور ہیں، جو ذوق سلیم کے ذریعہ معلوم کیے جاتے ہیں کیونکہ درجہ عقل سے بالاتر ہیں۔ واللہ اعلم

فصل نمبر ۳

اس امر کا بیان کہ اسمائے باری تعالیٰ توقیف پر موقوف ہیں یا بطریق عقل جائز ہیں

قاضی ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بطریق عقل جائز ہے مگر ایسا نام جائز نہیں جس سے شرع نے منع کیا ہو۔ یا اس کے معنی خدا کی نسبت سے محال ہوں اور جس نام میں کوئی مانع نہیں وہ جائز ہے۔

شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے یہ توقیف پر موقوف ہے۔ پس خدا کے حق میں ایسے ہر اسم کا اطلاق جائز نہیں ہو سکتا جس کے معنی سے وہ موصوف ہے مگر جب کہ اس کی اجازت آئی ہو۔

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ جو لفظ اسم بن سکتا ہے وہ اذن شرع پر موقوف ہے اور جو وصف بن سکتا ہے وہ اذن پر موقوف نہیں۔ مگر اگر وہ صادق آتا ہے تو مباح ہے اگر کاذب (غیر صادق) ہے تو نہیں۔ اس نکتہ کے سمجھنے کے لیے اسم اور وصف کا فرق معلوم کرنا ضروری ہے۔

واضح ہو کہ اسم وہ لفظ ہے جو مسمیٰ کی دلالت کے لیے موضوع ہو۔ چنانچہ زید کا اسم ہم لفظ زید ہے۔ اور وہ شخص فی نفسہ سفید اور لمبا بھی ہے۔ اور کوئی شخص اس کو یوں پکارے کہ ''ارے اور سفید'' یا ''ارے او لمبے) تو گویا اس نے اس کو وصف کے ساتھ پکارا اور اس کا پکارنا درست تھا۔ لیکن اس نے اسم کے ساتھ پکارنے سے پہلو تہی کی۔ کیونکہ اس کا اسم زید تھا سفید اور لمبا نہیں تھا۔ اور اس کا فی نفسہ سفید اور لمبا ہونا اس امر

پر دال نہیں ہے کہ یہ اس کے اسم ہیں۔ بلکہ ہم اپنے بیٹے کا نام جو قاسم اور جامع رکھ دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان اسماء کے معنوں سے موصوف ہے۔ بلکہ ان اسماء کی دلالت گو معنوی ہی ہے ایسی ہے جیسے زید اور عیسیٰ کی دلالت ہے۔ بلکہ جب ہم کسی کا نام عبدالملک رکھتے ہیں تو اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ کا غلام ہے اور اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ عبدالملک، عیسیٰ اور زید کی طرح ایک مفرد اسم ہے۔ اور جب اس کو وصف کے ذیل میں ذکر کریں تو وہ مرکب کہلائے گا۔ یہی حال عبداللہ کے اسم کا ہے اِسی لیے اسم عبداللہ کی جمع عبادلہ آتی ہے نہ کہ عباداللہ۔

جب اسم کے معنی تم سمجھ چکے، تو اب واضح ہو کہ ہر شے کا اسم وہ ہے جس کے ساتھ وہ خود اپنے آپ کو موسوم کرے یا "اسے ولی" یا "والدین" یا "مالک" موسوم کرے۔ اور تسمیہ یعنی اسم مقرر کرنا مسمیٰ کے حق میں تصرف ہے۔ اور یہ تصرف ولایت کا مستدعی ہے اور انسان کی ولایت یا تو اپنے آپ پر ہوتی ہے یا اپنے غلام پر، یا بیٹے پر، اس لیے انہیں کا نام رکھنے کا حق ہو سکتا ہے۔ اور اسی لیے اگر ان کے سوا کسی اور شخص کا نام رکھ دیا جائے تو وہ اسے ناپسند کرتا ہے اور خفا ہوتا ہے۔ جب ہم انسانوں کے نام رکھنے کا حق نہیں رکھتے تو اللہ کا نام رکھنے کا ہمیں کیا حق حاصل ہے۔

اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے نام مبارک شمار میں آئے ہوئے ہیں جن کو خود حضور نبی کریم ﷺ نے شمار کیا ہے۔ اور فرمایا: میرے بہت سے نام ہیں احمد اور محمد اور المقفی اور الماحی اور العاقب اور نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ اور نبی الملحمہ ہمیں اختیار نہیں ہے کہ تسمیہ کے طور پر ان ناموں میں کوئی اضافہ کریں۔ ہاں آپ کے وصف کا ذکر کرنے کے طور پر کوئی اسم بول سکتے ہیں۔ پس یہ کہنا جائز ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عالم ہیں۔ مرشد ہیں، رشید ہیں، ھادی ہیں وغیرہ جیسے کہ ہم زید کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ سفید ہے، لمبا ہے، اور یہ بطور تسمیہ نہیں کہتے بلکہ کے اوصاف کی اطلاع دینے کی غرض سے کہتے ہیں۔

بالجملہ یہ ایک فقہ کا مسئلہ ہے کیونکہ وہ ایک لفظ کی اباحت یا حرمت کا سوال ہے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام رکھنے کی ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رکھنا ناجائز ہے۔ اور رسول بلکہ عام اشخاص کا نام رکھنا ناجائز ہوا۔ تو خدا کا نام رکھنا بطریق اولیٰ ناجائز ہونا چاہیے۔ یہ ایک فقہی قیاس ہے اور اس قسم کے قیاس پر بہت سے شرعی احکام بنی ہیں۔

وصف کے مباح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک امر کی خبر ہے اور خبر صدق و کذب پر منقسم ہوتی ہے۔ شرع نے اصولاً کذب کی حرمت کا حکم دیا ہے اور وہ باستثنائے خاص صورتوں کے حلال ہے اور جس طرح زید کے حق میں یہ کہنا جائز ہے کہ وہ موجود ہے اس لیے کہ وہ فی الواقع موجود ہے۔

اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی کہہ سکتے ہیں خواہ اس کے متعلق شرع کا حکم آیا ہو یا نہ آیا ہو اور ہم کہتے ہیں کہ وہ قدیم ہے گویا ہم جانتے ہیں کہ شرع میں یہ نہیں آیا، اور جس طرح ہم زید کے حق میں یہ نہیں کہتے کہ وہ لمبا اور سفید ہے تا کہ مبادا زید سن لے اور اس کو اظہار عیب سمجھ کر رنجیدہ ہو جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حق میں ہم ایسا لفظ ہرگز نہیں بول سکتے جس میں کچھ شائبہ نقص کا پایا جاتا ہو۔ ہاں جن لفظوں میں نقص کا شائبہ نہ ہو یا وہ مدح پر دال ہوں ان کا اطلاق کرنا مباح ہے اور یہ اسی دلیل سے مباح ہے جس سے ایسے صدق کا مباح ہونا ثابت کیا گیا ہے جو حرمت کے عوارض سے پاک ہو۔ اس لیے بعض الفاظ کا اطلاق ممنوع ہے مگر جب ان کے ساتھ کوئی قرینہ شامل ہو جاتا ہے تو جائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ کہنا جائز نہیں کہ "یا زارع" (اے زراعت کرنے والے یا حارث (اے عورت کے شکم میں بیج بونے والے) ہاں یوں کہہ سکتے ہیں ہیں کہ عورت سے صحبت کرنے والا حارث نہیں۔ حقیقی حارث خدا ہے۔ تخم ریزی کرنے والا زارع نہیں۔ حقیقی زارع خدا ہے۔

تیر انداز تیر نہیں مارتا، بلکہ اللہ تعالیٰ مارتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں بھی نازل ہوا ہے

''وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى''

ترجمہ: ''جب تم نے کنکریوں کی مٹھی پھینکی تو خود تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔''

اور ہم اللہ تعالیٰ کے حق میں صرف یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ ''یا مذل'' ہاں یوں کہیں گے کہ ''یا معز یا مذل'' کیونکہ جب یہ دونوں اسم جمع کیے جائیں گے تو وصف مدح بن جائیں گے۔ اس لیے کہ وہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تمام امور کی دونوں طرفیں اس کے قبضہ میں ہیں۔

اسی طرح دعا میں اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء حسنٰی کے ساتھ پکار سکتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے حکم دیا ہے اور جب اسماء سے آگے بڑھیں تو صرف جلال و مدح کی صفات سے اس کو پکاریں گے۔ پس یوں نہیں کہہ سکتے کہ ''یا موجود، یا محرك، یا مسکن'' ہاں یوں کہیں گے کہ ''یا مقیل العثرات، یامنزل البرکات، یا میتویل عیر'' جیسے ہم کسی انسان کو بلانا چاہیں تو یا تو اس کو اس کے نام سے پکاریں گے یا اس کی صفات مدح سے پکاریں گے۔ مثلاً ''یا شریف، یا فقیه'' یوں نہ کہیں گے کہ ''ارے او لمبے''! ''ارے سفید رنگ والے''! ہاں جب اس کی تحقیر منظور رہو، تو ایسا کہہ سکتے ہیں اور جب ہم اس کی صفات کا ذکر کرنا چاہیں تو یوں کریں گے کہ ''وہ سفید رنگ والا اور سیاہ بالوں والا ہے'' اور اس کی ایسی صفت کا ذکر نہ کریں گے جس کو سن کر وہ ناپسند کرے، اور وہ کسی ایسی ہی صفت کو ناپسند کریگا جس میں نقص کے معنی پائے جائیں، اور جب ہم سے پوچھا جائے تو اشیاء کو حرکت دینے اور ساکن کرنے والا، سیاہ و سفید بنانے والا کون ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی طرف افعال و اوصاف کو منسوب کرنے کیلئے ہم کسی شرعی اذن کے منتظر نہ ہوں گے۔ بلکہ ہر صادق آجانے والی صفت کے متعلق اذن وارد ہو چکا ہے، سوائے ان اوصاف کے جو کسی خاص وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ موجد ہے، مظفر ہے، مخفی ہے، مسعد

ہے، مشتق ہے، منقی سے، مغنی ہے، اور ان سب کا اطلاق جائز ہے، گو ان کے متعلق توقیف وارد نہیں ہوئی۔

سوال:

تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کو عارف، عاقل، فطن (دانا) ذکی وغیرہ کیوں نہیں کہہ سکتے؟

جواب:

ان اسماء اور جیسے دیگر اسماء کے اطلاق میں مانع صرف یہ ہے کہ ابہام پایا جاتا ہے اور جن اسماء میں ابہام پایا جاتا ہو، ان کا اطلاق شرعی اذن کے بغیر جائز نہیں ہے، جیسے الصبور، الرحیم، الحلیم وغیرہ میں موجود ہے۔ مگر ان کے متعلق اذن وارد ہو چکا ہے، مگر مذکورہ اسماء کے متعلق اذن وارد نہیں ہوا۔ یہاں ابہام یہ ہے کہ مثلاً عاقل سے مراد وہ شخص ہے جس کی سمجھ اس کو غلطی سے باز رکھتی ہو کیونکہ عقل کے معنی ہیں باز رکھنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "عقله عقله" یعنی ان کی عقل نے اس کو باز رکھا۔ اور "فطنت و ذکاء" سے مراد، سرعت ادراک ہے جبکہ مدرک نائب ہو۔ یعنی علیٰ ہذا القیاس باقی اسماء، پس اس قسم کے اسماء کے اطلاق کا مانع صرف وہی ہے، جو مذکور ہو چکا ہے۔ اگر کوئی لفظ تحقیق کو پہنچ جائے تو پھر دونوں مفہوموں میں کوئی ابہام واقع نہیں ہوتا اور نہ شرع اس کی مانع ہے اور ہم بھی اس کا اطلاق قطعاً جائز سمجھتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع الماب